بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

محدث دہلی

جلد ۵ | ماہ مارچ سنہ ۱۹۳۸ء مطابق ماہ محرم الحرام سنہ ۱۳۵۷ھ | نمبر ۱۱

خصوصیات اسلام کا ایک مختصر خاکہ

(از مولوی عبدالعزیز صاحب لبکوہری متعلم جماعت پنجم مدرسہ رحمانیہ دہلی)

حضرات آج دنیا میں جتنے مذاہب موجود ہیں ہر ایک مذہب کا پجاری اپنے مذہب کی حقانیت کا دعویدار ہے اور اس کے نزدیک اس کا مذہب حق اور دیگر مذاہب باطل ہیں۔ لیکن جب ہم تمام مذاہب کی تعلیمات کا مطالعہ اور مقابلہ کرتے ہیں تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح اور منکشف ہو جاتی ہے کہ جو نمونہ اپنی تعلیمات کا مذہب اسلام نے پیش کیا ہے وہ اور کسی مذہب میں موجود نہیں۔

توحید آج دنیا پر ثابت ہو گیا ہے کہ ہر ایک مذہب کی صداقت کا معیار اور اس کی سچائی کی دلیل صرف مسئلہ توحید ہے۔ مسئلہ توحید کے متعلق قبل از اسلام جو برے اعتقادات موجود تھے وہ قابل بیان نہیں لیکن اتنا کہہ دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر کسی مذہب نے توحید کا بیان کیا ہے تو اس کے ساتھ ساتھ غیر اللہ کی پرستش کو بھی ضروری قرار دیا۔ عیسائیوں کو لیجئے اگر انھوں نے خدا کی پرستش کی تو اس کے ساتھ حضرت عیسیٰ و مریم علیہما السلام کو بھی شریک کر لیا۔ کیونکہ حضرت عیسیٰؑ کے متعلق ان کا خیال ہے کہ یہ خدا کا پیارا بیٹا اور قادر مطلق اور ثالث ثلثہ (یعنی الوہیت کے تین ارکانوں میں سے ایک) ہے۔

اسی طرح یہودیوں نے بھی اگر وہ توحید کے قائل ہوئے تو خدا کی پرستش کے ساتھ ساتھ حضرت عزیر علیہ السلام کو بھی شریک کر لیا کیونکہ حضرت عزیرؑ کی نسبت ان کا یہ اعتقاد ہے۔ وہ خدا کا بیٹا یا پہلوتا بیٹا ہے۔ ہندوؤں نے بھی

۳۲ کروڑ اوتاروں کی نسبت یہی کہا کہ پرمیشر نے خود مادی جسم قبول کر کے مادی صورت میں جلوہ گری فرمائی لہذا ان ۳۲ کروڑ دیوتاؤں کی عبادت کی جائے۔ مہابھارت کا بھی یہی اعتقاد تھا کہ کرشن جی خود عالم علیان تھا پارسیوں کا بھی یہی اعتقاد تھا کہ زرتشت جہاں تیرتا یعنی عالم ملکوت سے تھا۔ اس لئے انھوں نے بالکل خدا کو مانا ہی نہیں۔ مشرکین مکہ خدا کو تو مانتے تھے مگر فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں بیان کرتے تھے اور چند بتوں کو فرشتوں کے نام سے منسوب کر لیا تھا اور انھیں بتوں کی عبادت کیا کرتے تھے۔ کیونکہ ان کا اعتقاد تھا کہ اس سے فرشتے خوش ہوتے ہیں اور خدا سے ہمارے لئے سفارش کرینگے چنانچہ وہ کہتے تھے۔ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى۔ ہم ان کی عبادت اسی لئے کرتے ہیں تاکہ وہ ہم اللہ کے قریب کر دیں۔ اسلام نے آکر ان تمام اعتقادات کو جو کہ مختلف مذاہب میں تھے باطل کر دیا اور کہدیا وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا۔ خاص کر اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ کیونکہ هو الله احد الله الصمد لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفوا احد۔ اللہ ایک ہے وہ بے نیاز ہے اس کے لئے لائق نہیں ہے کہ کسی کو بیٹا بنائے یا خود کسی کا بیٹا بنے اور اس کیلئے لائق نہیں ہے کہ کسی کو اپنا شریک بنائے۔ ہاں جنکو تم خدا کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہو ان کے اندر اتنی بھی قوت نہیں ہے کہ بول سکیں۔ اور سن سکیں، مار سکیں اور زندہ کر سکیں، کسی کو ضرر یا نفع پہنچا سکیں۔ لہذا ان کے اندر خدا بننے کی صلاحیت نہیں۔ خدا تو وہ ہے جو بولتا بھی ہے سنتا بھی ہے دیکھتا بھی ہے۔ مارتا بھی ہے زندہ بھی کرتا ہے ضرر بھی پہنچا سکتا ہے اور نفع بھی۔ هو الله۔ اور وہی اللہ ہے۔ اسی کی عبادت کرو۔ .... اور اے مشرکو۔ اللہ کے علاوہ کسی کو شریک نہ بناؤ اسی میں بھلائی ہے۔ لو كان فيهما الهة الا الله لفسدتا۔ اور اگر اللہ واحد کے علاوہ اور بھی کوئی خدا ہوتا تو زمین و آسمان برباد ہو جاتے۔

ان تمام آیتوں سے معلوم ہو گیا کہ اللہ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں لہذا تم کو غیر اللہ کی پرستش لائق نہیں۔ ليس كمثله شئ وهو السميع البصير۔ اور له مقاليد السموات والارض۔ ... يبسط الرزق لمن يشاء ويقدر۔ ... انه بكل شئ عليم۔ ان تمام آیات میں غور کرو کہ توحید کے متعلق اور کسی مذہب نے یہ تعلیم پیش کی ہے اس کے علاوہ عبادت کے اندر جو سہولت اور آسانی مذہب اسلام نے پیش کی ہے اس کی نظیر اور کسی مذہب میں نہیں ہے۔ نماز کے متعلق اسلام نے فرمایا کہ اگر تم سفر میں ہو تو قصر کرو۔ اگر بیمار ہو تو بیٹھکر نماز پڑھو اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو لیٹ کر پڑھو۔ اور اگر پانی نہ ملے تو تیمم کر لو۔ اور اگر سفر میں ہو تو روزہ چھوڑ سکتے ہو۔ اور اگر مال ہو تو زکوٰۃ دو۔ کیا یہ آسانی اور کسی مذہب نے پیش کی ہے۔

مساوات

ان خصائص میں جو اسلام کو غیر مذاہب سے ممتاز کرتے ہیں ایک اہم خصوصیت مساوات ہے۔ مساوات کے معنی یہ نہیں کہ ایک جاہل بمقابلہ ایک عالم کے اور ایک غدار بمقابلہ ایک وفادار کے۔ اور ایک ناقابل و ناکارہ بمقابل ایک فرض شناس کے یکساں حیثیت رکھتے ہیں۔ اگر یہی معنی لیا جائے تو ایسا کرنا حقوق انسانیت اور حقوق اخلاق کو تباہ کر دیتا ہے۔ ہاں مساواۃ کے معنی یہ ہیں کہ ہر شخص کو شرعًا و قانونًا و اخلاقًا وہ تمام

حقوق حاصل ہوں جو کسی دوسرے شخص کو اسی ملک یا اسی دین کے اندر حاصل شدہ ہوں۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے لا لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی الا بتقویٰ۔ یعنی کسی صنف کو کسی صنف پر کوئی فضیلت نہیں ہاں اگر فضیلت ہے تو صرف تقویٰ کے اعتبار سے ہے۔

مذہب ہنود کو لیجئے ان کے یہاں یہ حکم ہے کہ ایک اونچی ذات والا ایک نیچی ذات والے سے کوئی رشتہ نہیں کرسکتا حتیٰ کہ اس کے ساتھ کھا پی بھی نہیں سکتا اور کسی قسم کا کوئی تعلق پیدا نہیں کرسکتا اور اگر اتفاق سے ایسا ہو بھی جائے تو وہ برادری سے خارج کر دیا جاتا ہے۔ لیکن اسلام تو بہانگ دہل اعلان کرتا ہے انما المومنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم۔ مسلمان ایک دوسرے کے بھائی ہیں، کسی پر کسی کو قومی . . . . اعتبار سے کوئی فوقیت نہیں صنفی اعتبار سے کوئی فوقیت نہیں شہری اور بدوی کے اعتبار سے کوئی فوقیت نہیں گورے اور کالے کے اعتبار سے کوئی فوقیت نہیں ہاں صرف تقویٰ کے اعتبار سے فوقیت ہے۔ لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لابیض علی اسود ولا لاسود علی ابیض الا بتقوی۔ یہ حدیث اسی معنی کو بتلاتی ہے۔ ہاں اسلام ہی کی تعلیم کا اثر تھا کہ زید بن حارثہ جیسے شخص کی شادی جو کہ زرخرید غلام تھے ایک قریشیہ عورت آنحضرتؐ کی پھوپی زاد بہن سے ہو جاتی ہے ایک ہی مثال نہیں بلکہ متعدد مثالیں ہیں۔ کیا حضرت سالمؓ کا قصہ یاد نہیں آپ حضرت ابو حذیفہؓ کے زرخرید غلام تھے آپ کی شادی فاطمہ بنت ولید ابو حذیفہؓ کی برادرزادی قریش کی مشہور عورت سے ہو جاتی ہے۔ کیا کسی مذہب نے ایسی تعلیم اور ایسا نمونہ پیش کیا ہے یہ اسلام کو ممتاز کرنے والی خصوصیت نہیں تو اور کیا ہے۔

کیا غزوۂ ذات الرقاع کا واقعہ معلوم نہیں صحابہ رضی اللہ عنہم جہاد کیلئے تیار ہوتے ہیں سواری بہت کم ہوتی ہے۔ ایک ایک اونٹ کئی کئی اشخاص کے حصہ میں آتا ہے سب باری باری سفر کرتے ہیں۔ آنحضرتؐ کی سواری میں حضرت علیؓ و حضرت ابو درداؓ کا حصہ ہوتا ہے باری باری سواری کرتے ہیں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی باری پیدل چلنے کو آتی تو آپ پیدل چلتے تھے گو کہ آپ دونوں جہان کے بادشاہ تھے سب صحابہ آپ پر جان و مال قربان کردینے پر تیار رہا کرتے تھے وہ نہیں چاہتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیدل چلکر تکلیف اٹھائیں۔ لیکن حقیقت تو یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسوقت سب کو مساوات کی تعلیم دے رہے تھے کیا اور کسی بانی مذہب نے مساوات کی یہ مثال پیش کی ہے۔

ہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور آپ کے غلام کا واقعہ بھی کس طرح مساواۃ کا سبق دیتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ اور آپ کا غلام دونوں شام کی طرف ایک ہی سواری پر باری باری جارہے تھے۔ اور شام میں آپ کے استقبال کیلئے بڑے بڑے سردار و امرا آتے ہیں۔ مشرکین بھی آپ کو دیکھنے کیلئے جمع ہو جاتے ہیں۔ جب حضرت عمرؓ شام کے قریب پہنچتے ہیں تو اسوقت غلام کی باری سوار ہونے کو آتی ہے چنانچہ غلام اونٹ پر سوار ہو جاتا ہے اور حضرت عمر اونٹ کی نکیل پکڑ کر پیدل چلتے ہیں اور اس حالت میں شام پہنچ جاتے ہیں مشرکین یہ دیکھکر پوچھتے ہیں کہ کیا خلیفہ وہی جو اونٹ پر ہے ؟ لوگ جواب دیتے ہیں نہیں خلیفہ تو وہ ہے جو نکیل پکڑ کر پیدل آرہا ہے سوار تو ان کا غلام ہے۔ گو کہ آپ اسوقت خلیفہ تھے وقت تھے اور آپ کو سوار ہو کر آنا بھی چاہیئے تھا لیکن حقیقت تو یہ تھی کہ آپ اسوقت لوگوں کو مساوات کی تعلیم دے رہے تھے

سبحان اللہ کیا اس مساوات کی تعلیم کسی اور مذہب نے دی ہے۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ قریش کی ایک عورت چوری کے فعل میں گرفتار ہو کر دربار نبوی میں حاضر کی جاتی ہے آپ اس کے متعلق ہاتھ کاٹنے کا حکم جاری کرتے ہیں۔ بڑے بڑے قریش کو یہ ناگوار گذرتا ہے کہ ایک قریشیہ عورت کا ہاتھ کاٹا جائے۔ چنانچہ وہ بہت کوشش کرتے ہیں کہ کسی طرح سے یہ عورت اس سزا سے بچ جائے۔ آپ لوگوں کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ اے لوگو قسم خدا کی اگر میری پیاری بیٹی فاطمہؓ بھی اس فعل کی مرتکب ہوتی تو میں بلا پس و پیش اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔ یہ اللہ کی حد ہے اور اس میں تغیر و تبدل کرنے والا پکڑا جائے گا۔ سچ تو یہی ہے کہ یہ تعلیم صرف مذہب اسلام میں ہے۔

اخلاق اخلاق بھی اسلام کی ایک اہم اور اسکو ممتاز کرنے والی خصوصیت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں بعثت لاتمم مکارم الاخلاق ومحاسن الاعمال۔ میں بزرگ ترین اخلاق اور نیکو ترین اعمال کی تکمیل کیلئے نبی بنایا گیا ہوں۔ اسلام نے بتلایا ہے کہ اخلاق محمودہ کے سرچشمے یہ ہیں۔ صبر عفت شجاعت۔ عدل۔ صبر نام ہے مصائب برداشت کرنے کا اور غصہ پی جانے کا۔ ایذا کے بدلے نرمی سے پیش آنا۔ بردباری۔ خاکساری وغیرہ کا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ صبر نصف ایمان ہے اور اس کا بدلہ جنت ہے۔ عفت نام ہے رذائل وقبائح سے اجتناب کرنا۔ قولاً و فعلاً پاکیزگی اختیار کرنی۔ اور عفت سے حیا پیدا ہوتی ہے اور حیا کا اثر ہر ایک خلق نیک پر ہے۔ عفت سے جھوٹ و بخل و بدکاری کا ستیاناس ہو جاتا ہے۔ شجاعت کہتے ہیں آپ اپنی عزت کو ملحوظ رکھنا۔ بدترین اخلاق سے دور رہنا۔ اپنی جان و مال سے دوسروں کی اعانت کرنا۔ طیش و غضب سے دور رہنا اپنے نفس کی باگ عقل کے سپرد کر دینا۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ لیس الشدید بالصرعة۔ انما الشدید الذی یملك نفسه عند الغضب پہلوان وہ نہیں جو دوسروں کو بچھاڑ دے۔ پہلوان تو وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ کو سنبھال لے۔

عدل کہتے ہیں اعتدال اخلاق اور افراط و تفریط کو چھوڑ کر وسط کو اختیار کرنا۔ ہاں عدل بتاتا ہے کہ جود و سخاوت اسے کہتے ہیں جو بخل و اسراف کے درمیان ہو۔ ہاں عدل بتاتا ہے کہ حیا وہ ہے جو ذلت و بے شرمی کے درمیان ہو۔ ہاں عدل بتاتا ہے کہ سخاوت وہ ہے جو جبن و تہور کا وسط ہو۔ ہاں عدل بتاتا ہے کہ حلم یہ ہے کہ تکبر و اہانت کے بیچ بیچ ہو۔ تصریحات بالا سے ظاہر ہو گیا کہ اسلام نے اخلاق حسنہ کے بیان میں کس قدر زیادہ حصہ لیا ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے خذ العفو وامر بالعرف واعرض عن الجاهلين۔ معافی و درگزر کو اپنی عادت بناؤ۔ نیک کام کرنے کی ہدایت کرتے رہو اور جاہلوں سے منہ پھیر لو۔ اسی معنی کو تاکیداً بیان کرتے ہوئے آنحضرت ارشاد فرماتے ہیں البر حسن الخلق۔ اچھے خلق ہی کا نام نیکی ہے۔ صحیحین میں مروی ہے خیارکم احاسنکم اخلاقا۔ نیک و بہتر وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں۔ اور حدیث میں بیان ہے کہ اچھے اخلاق والا اس درجہ کو حاصل کر لیتا ہے جس درجہ کو نفل نماز یا روزہ رکھنے والے حاصل کر لیتے ہیں۔

اسلام غیروں کے ساتھ بھی حسن اخلاق کی تعلیم دیتا ہے۔ چنانچہ

آپ اپنے ذمیوں کیساتھ بھی نہایت اچھا سلوک کرتے تھے اور مسلمانوں کو بھی تعلیم دیتے تھے کہ ذمیوں کو اپنے بھائی کی طرح سمجھو۔ اگر آپ کسی سے معاہدہ کرتے تھے تو جب تک وہ خود معاہدہ نہ توڑتا آپ ہمیشہ اس کی حفاظت کرتے۔ اور آپ کا سلوک قیدیوں کے ساتھ بھی نہایت فیاضانہ ہوا کرتا تھا۔ غیر قوموں کے متعلق ارشاد خداوندی ہے۔ لا ینھاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم۔ ان اللہ یحب المقسطین۔ والدین کے ساتھ سلوک کرنے کو فرمایا وبالوالدین احسانا۔ والدین کے ساتھ اچھا سلوک کیا کرو۔ اور فرمایا ولا تقل لھما اُفٍ ولا تنھرھما وقل لھما قولا کریما۔ یعنی ماں باپ کو کسی بات پر جھڑکو نہیں بلکہ نہایت نرمی ومروت سے بات کرو۔ پڑوس ویتیم ومساکین کے متعلق فرمایا وبالوالدین احسانا وبذی القربی والیتمیٰ والمساکین والجار ذی القربی والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبیل وما ملکت ایمانکم۔ یعنی ماں باپ، رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں کے ساتھ احسان ورواداری سے پیش آؤ اور اپنے پڑوسیوں کے ساتھ وغلاموں کے ساتھ بھی حسن سلوک اختیار کرو۔ اور دوسری جگہ فرمایا ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربی وینھی عن الفحشاء والمنکر والبغی۔ یعنی اللہ عدل اور احسان اور قرابت والوں سے فیاضانہ سلوک کرنے کو کہتا ہے اور بے حیائی وشرارت و ہر قسم کی برائیوں سے روکتا ہے۔ اسلام بتلاتا ہے کہ اخلاق رذیلہ کے منبع چار ہیں، جہل وظلم وشہوت وغضب جہل کہتے ہیں وضع الشی فی غیر محلہ۔ یعنی بری شے کو بھلی اور بھلی شے کو بری شے کی جگہ میں رکھنا اس سے اسلام نے قطعاً منع کیا ہے اور ظلم بھی یہی ہے یعنی وضع الشی علی غیر محلہ جن سخاوت کے محل میں بخل اور بخل کے محل میں سخاوت اور سختی کے مقام نرمی اور نرمی کے مقام پر سختی اسلام اس کو قطعاً منع کرتا ہے۔

شہوت بتلاتی ہے کہ بخل وحرص وتنگدلی کو ترقی ہو اور غیر کے حصہ اور حقوق پر حملہ کیا جاوے اور وقار نفس وپارسائی کا خاتمہ ہو جائے اس سے بھی اسلام نے منع کیا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے ولا تقربوا الزنا انہ کان فاحشۃً وساء سبیلا۔ زنا کے قریب بھی ہرگز نہ جاؤ یہ بالکل بے حیائی ونہایت برا راستہ ہے۔ غضب سے کینہ وحسد و بغاوت پیدا ہوتے ہیں اسلام اس سے منع کرتا ہے۔ ایک صحابی کا واقعہ ہے وہ آنحضرتؐ سے سوال کرتے ہیں کہ اے اللہ کے رسول آپ مجھے کچھ نصیحت کیجئے اور متعدد بار سوال کرتا ہے آپ اتنا ہی متعدد بار جواب دیتے ہیں لا تغضب یعنی غیض وغضب سے دور ہو۔ کیا یہ اسلام کی ایک ممتاز خصوصیت نہیں ہے۔

حقوق

مسئلہ حقوق ایک بہت اہم مسئلہ ہے جبکہ اس جہالت کدہ دنیا میں ہر قسم کے ظلم واستبداد کا دور دورہ تھا اور ہر قسم کی خرابیاں پیدا ہوگئیں تھیں وہاں حقوق کا بھی کوئی لحاظ نہیں کیا جاتا تھا خصوصاً عورتوں کو کوئی حق وحصہ نہیں ملتا تھا۔ لوگ کہا کرتے تھے کہ عورت کی پیدائش کا سبب صرف یہی ہے کہ شوہروں کی خواہشات کو پورا کریں۔ عورتوں کو لونڈی سے بھی بدتر شمار کرتے تھے۔ عرب جو کہ دنیا کی جڑ ہے وہاں پر بھی عورتوں کیلئے کوئی

حق نہ تھا۔ حتی کہ باپ کے مرنے کے بعد مائیں بیٹوں کو وراثت میں ملتی تھیں اور بیٹا جس طرح چاہتا تھا اس کو اپنے تصرف میں لاتا تھا اور لڑکیوں کو زندہ درگور کردینا ایک معمولی بات تھی۔ لیکن اسلام نے آتے ہی عورتوں کے حقوق کے متعلق ببانگ دہل اعلان کردیا۔ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ۔ کہ جس طرح عورتیں تمہارا پردہ ہیں اسی طرح تم بھی عورتوں کے لئے پردہ ہو۔ اور فرمایا ولهن مثل الذی علیهن بالمعروف کہ جو حقوق مردوں کے ان پر ہیں اسی طرح عورتوں کے حقوق مردوں پر بھی ہیں اور اولاد کے متعلق فرمایا لا تقتلوا اولادکم خشیة املاق۔ تنگدستی کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل نہ کیا کرو۔ اور فرمایا واذا المؤدة سئلت بای ذنب قتلت۔ قیامت کے روز اس معصوم ومظلوم لڑکی سے پوچھا جائیگا کہ تو کس جرم میں مار ڈالی گئی تھی۔ اور حکومت کے حقوق کے متعلق فرمایا اطیعوا الله واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت اور اپنے امیروں کی تابعداری کرو اور ذمیوں کے حقوق کے متعلق بتلایا کہ ان کو تکلیف نہ پہنچاؤ۔ بلکہ ان کے جان ومال کی حفاظت کرو حقوق العباد کے متعلق عام قانون فرمایا کہ اللہ کا حق معاف ہو جائے گا مگر حقوق العباد معاف نہ ہوں گے۔ اور غربا ومساکین ویتمی کے حقوق کے متعلق فرمایا فآت ذا القربی حقه والمسكين۔ قرابت داروں اور مسکین کے حق کو پورا کرو۔ کیا ان حقوق کا لحاظ کسی مذہب میں ہے۔

ہاں اسلام تو یہی چاہتا ہے کہ مسلم اللہ کا سچا بندہ۔ اہل دین کا کامل ہمدرد۔ والدین کا سعادتمند فرزند حقوق کا پورا محافظ اور وفادار۔ راست گو۔ صلح پسند۔ فساد کا دشمن۔ اور نسل انسان کا دوستدار ہو۔

علم۔ علم بھی مذہب اسلام کی ایک اہم اور ممتاز خصوصیت ہے۔ موجودہ زمانہ میں علمی فضیلت کا بیان یا شرافت علمی کے دلائل بیان کرنا تحصیل حاصل ہے۔ کیونکہ اس زمانہ میں تمام عالم کے جملہ ممالک واقوام نے علماً اور عملاً یہ تسلیم کرلیا ہے کہ علم کے برابر اور کسی صفت میں انسان کا درجہ نہیں۔ لیکن جس زمانہ میں اسلام کا آغاز عرب وحجاز میں ہوا۔ اسوقت تمام دنیا فضیلت علمی کے راز سے بالکل جاہل وغافل تھی۔ عرب تو نوشت وخواند سے بھی معرّی ومبرّا تھا اور ان کو اپنی اس حالت پر ناز بھی تھا۔ لیکن یہودیوں اور عیسائیوں میں بھی تعلیم محض نام کی تھی۔ پادریوں میں جو تعلیم پائی جاتی تھی وہ صرف بائبل کے حروف سیکھ لینے تک ہی محدود تھی۔ اسی طرح ہندوستان میں بھی یہی حالت تھی بہت زیادہ ترقی ہوجانے پر بھی مہابھارت اور رامائن کے قصے پڑھ لینے کو منتہائے علم سمجھا جاتا تھا اور یہی حال چین وجاپان و ایران کا بھی تھا۔ یورپ قطعاً جہالت کدہ تھا۔ اسلام نے آتے ہی علم کو اپنی سرپرستی میں لے لیا۔ اور اسلام ہی علم و علماء کا حامی وملجا بن گیا۔ اور اسلام نے ظاہر ہوتے ہی یہ کہدیا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ازروئے مرتبہ کے سب سے بلند مومن اور عالم ہے چنانچہ ارشاد ربانی ہے یرفع الله الذین امنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات۔ ہاں یہ فضل خداوندی ہی ہے کہ جس نے اسلام کے شروع ہی میں کہدیا۔ اقرا وربك الاكرم الذی علم بالقلم۔ علم الانسان مالم یعلم۔ اے نبیؐ اپنے رب کو یاد کرو۔ اور وہ وہ رب ہے جو بڑا کرم کرنے والا ہے اور اس نے قلم کے ذریعے سے علم کو پھیلایا۔ اور اسی نے انسان کو وہ علم عطا کیا جنکو وہ نہ جانتا تھا۔ ہاں اسی آیت سے علم کی حقیقت بخوبی معلوم ہوجاتی ہے

چونکہ علم حاصل کرنے کا مقصد یہی ہے کہ علم کو حاصل کرکے اللہ رب العالمین کو اچھی طرح سے پہچان لیا جاوے اور اس کے احکام کو جان کر اس پر عمل کیا جاوے۔ یہ تو ضروری ہے کہ جب اللہ کو پہچان لیا جائے گا تو دل کے اندر اللہ کی خشیت بھی بہت ہوگی چنانچہ خود ارشاد خداوندی ہے انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء۔ علما ہی اللہ سے ڈرتے ہیں اور اس ڈرنے کا نتیجہ کیا ہوگا جنت حاصل ہوگی۔ اور بہت بڑا مرتبہ ملیگا۔ یرفع اللہ الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات صرف آنحضرت ہی کو اللہ تعالیٰ نے علم نہیں عطا کیا بلکہ آنحضرتؐ سے پہلے جتنے انبیا و رسول مبعوث کئے گئے سب کو اللہ نے علم سے مالا مال کردیا تھا۔ چنانچہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو لیجئے آپ اپنے باپ کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں یا ابت انی قد جاءنی من العلم۔ اے میرے باپ مجھے علم حاصل ہوگیا۔ حضرت داؤد وسلیمان علیہما السلام کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واتینا داؤد وسلیمان علما۔ ہم نے داؤد وسلیمان کو علم عطا کیا۔ اسی طرح اور انبیا و رسل کو بھی اللہ تعالیٰ نے خزانہ علم سے مالا مال کردیا تھا۔ جس طرح آپ کے خطابات والقاب قرآن مجید میں بیشمار ہیں اسی طرح آپ کی ایک توصیف ان الفاظ میں بھی بیان کی گئی ہے ویعلمکم الکتاب والحکمۃ ویعلمکم مالم تکونوا تعلمون۔ یعنی نبی تم کو علم وحکمت سکھاتا ہے اور وہ چیز سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔ تاکید کے ساتھ یہ دعا کرنے کو بھی کہا قل رب زدنی علما الٰہی میرے علم کو خوب بڑھا۔

ہاں اور آپ ہی کی یہ تعلیم تھی طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم اور اسی تعلیم کا اثر تھا کہ بدو اسلام سے ہر ایک قوم پر ابواب علم کشادہ ہوگئے۔ اور اندرون ہندوستان سے لیکر انتہائے سوڈان تک اور بلاد خراسان سے لیکر سرحد مراکش تک دروس علمیہ کا افتتاح خیر القرون ہی سے ہوگیا تھا۔ ہاں اسی تعلیم کا نتیجہ تھا کہ جن دنوں سلطنت عباسیہ بغداد میں اور سلطنت امویہ اندلس میں اور سلطنت فاطمیہ مصر میں قائم تھیں۔ ان میں تنافس باہمی صرف ترقی علم اور حمایت علماء کی بابت پایا جاتا تھا۔ ہر ایک کی کوشش یہی تھی کہ اس کی سلطنت سب سے بڑھکر مربی علم وعلماء ثابت ہو۔ سمرقند کی رصدگاہ اندلس کی رسدگاہ کے مقابلہ میں موجود تھی۔ ہاں اگر بغداد نے علوم وفنون کو ہند وچین وتاتار تک پہنچادیا تھا تو ادہر اندلس نے اٹلی وفرانس وجرمن کو دولت علم سے مالا مال کردیا تھا ہاں یہ اسلام ہی کی برکت تھی کہ سلاطین اسلامیہ کے دربار میں یہودی عیسائی۔ ہندو۔ مصری۔ چینی۔ یونانی فلاسفر اسی طرح احترام کے ساتھ پرورش پارہے تھے جس طرح حجازی۔ حضرمی۔ یمنی اور فرزندان مہاجر وانصار۔ علوم وفنون کے ساتھ ساتھ پرورش پارہے تھے۔

ہاں اسی کی تعلیم کا اثر تھا کہ مشرق ومغرب وافریقہ میں مدارس عام کھلے ہوئے تھے یہ سب کچھ کیوں تھا اس لئے کہ مسلمان جانتے تھے کہ علم ہی حیات قلوب ہے نور البصائر ہے۔ شفاء الصدور ہے۔ ریاض العقول ہے۔ ہاں علم ہی لذت الارواح اور علم ہی مونس متوحشین ہے۔ ہاں علم ہی وہ میزان ہے جسمیں اقوال وافعال واحوال وزن کئے جاتے ہیں۔ ہاں علم ہی وہ حاکم ہے جو شک ویقین وضلالت وارشاد میں فیصلہ کرتا ہے۔ ہاں علم ہی کے سبب سے اللہ تعالیٰ کی معرفت ملتی ہے۔ ہاں علم ہی سے رب العالمین کی تحمید وتمجید وتوحید ہوتی ہے۔ ہاں علم ہی وہ راز ہے جو حلال وحرام